خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۴۵	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	فروری ۲۰۲۶ء

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

- کیا باطل کی تردید کرنا ضروری ہے؟
- حدیث عمار پر شبہات کا رد
- علمائے دیوبند اور ان کے مخالفین
- کتاب "غیر مقلدین کی گستاخیاں" پر مولانا محمد نعمان دام ظلہ کی تقریظ

مدیر اعلی
حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر
خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی

ناشر
نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور
03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد	یااللہ مدد	عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

فہرست مضامین	صفحہ
کیا باطل کی تردید ضروری ہے؟ (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ)	1
حدیث عمارؓ پر شبہات کا رد (مولانا معاویہ حسینی صاحب حفظہ اللہ)	4
علمائے دیوبند اور ان کے مخالفین (مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ)	25
تقریظ کتاب "غیر مقلدین کی گستاخیاں" (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	31

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

کیا باطل کی تردید کرنا ضروری ہے؟

جواب: کسی شخص کے مسلمان ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ضروریات دین کا معتقد ہو اس کا منکر نہ ہو ورنہ مسلمان نہیں کہلاتا۔

ضروریات دین کی تعریف

ایسے تمام دینی امور جن کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی تواتر کے ساتھ منقول ہو ان کو "ضروریات" دین کہا جاتا ہے، مثلاً: نماز، روزہ حج، زکوۃ کی فرضیت اور زنا، قتل، چوری، شراب خوری وغیرہ کی حرمت و ممانعت وغیرہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الأنبیاء ہونا، حشر و نشر، جزاء سزا وغیرہ۔ جو شخص اسلام کے ان قطعی و ضروری احکام کا منکر یا ان میں سے کسی ایک کا منکر ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، خواہ وہ مسلمانوں کے گھرانے سے تعلق رکھتا ہو اور نام بھی مسلمانوں جیسا ہو، اور اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نجات یافتہ جماعت میں سے ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اہل السنت والجماعت کی متفقہ نظریات کو اپنایا جائے جس کو ضروریات اہل السنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ ضروریات دین کا منکر کافر اور ضروریات اہل السنت والجماعت کا منکر گمراہ کہلائیگا۔

آج دنیا کی تمام باطل فرقے اسی میں مصروف ہے کہ کس طرح مسلمان سے عقیدہ چھینا جائے۔۔۔ ہم فقط یہ محنت کرتے ہیں کہ مسلمان کا عقیدہ برقرار رہے جس پر مسلمان کے اعمال کا دارومدار ہے۔

اہل تشیع کہتے ہیں کہ:

(1) موجودہ قرآن اصلی قرآن نہیں بلکہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔

(2) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کا الزام لگاتے ہیں۔

(3) بارہ ائمہ کیلئے معصومین کا درجہ رکھتے ہیں۔

(4) چند صحابہ کرام کے سوا اکثر پر ارتداد کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

امام اہل السنت فرماتے ہیں کہ:

"ایک تفسیر ہے منہج الصادقین۔ ایران سے طبع ہوئی ہے۔ اس تفسیر میں ایک جعلی اور من گھڑت حدیث لکھی ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے گا، اس کو امام حسین کا درجہ مل جائے گا۔ جو دو مرتبہ متعہ کرے گا، اس کو امام حسن کا درجہ مل جائے گا۔ جو تین مرتبہ متعہ کرے گا، اس کو حضرت علی کا درجہ مل جائے گا اور جو چار دفعہ متعہ کرے گا، وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو پہنچ جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ، العیاذ باللہ تعالیٰ) آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ خرافات نقل کی ہیں۔ اہل حق جب ان کی یہ باتیں بیان کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ اور ایرانی ایسے مسائل والی کتابیں مسلسل بھیجتے ہیں جبکہ پاکستانی شیعہ تقسیم کرتے رہیں تو کیا یہ فرقہ واریت نہیں ہے۔ بڑی عجیب منطق ہے کہ چھپوا کر بھیجنے والے فرقہ واریت پھیلانے والے نہیں ہیں، ان کو بیچنے اور تقسیم کرنے والے بھی فرقہ واریت پھیلانے والے نہیں ہیں اور جو افکار سے لوگوں کو باخبر کردے وہ فرقہ واریت پھیلانے والا ہے۔ بھائی ہم لڑائی جھگڑے کے قائل نہیں اور ردہشت گردی کے سخت منکر ہیں، چاہے کوئی طبقہ بھی کرے، مگر حق کو بیان کرنا تو حق ہے۔ ان لغویات کی تردید کرنے کا تو ہمیں حق حاصل ہے۔ اسلام کے خلاف کوئی بات کرے تو ہر مسلمان کے فریضہ میں داخل ہے کہ وہ اس کی تردید کرے۔"

(ذخیرۃ الجنان ۶۱/۴، ۶۲)

بریلوی حضرات اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کیلئے ثابت کر کے کہتے ہیں کہ:

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہے۔

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہے۔

(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہے۔

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں بلکہ نور ہے۔

اسی طرح سیفیوں کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام سے مافوق الاسباب امور میں استعانت لینا جائز ہے۔

تبلیغی جماعت والے گمراہ اور جبریہ ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ:

(1)فقہ برائی کی جڑ ہے۔

(2)تقلید کار شیطان ہے۔

(3)مقلد بدعتی اور مشرک ہے۔

(4)اقوال صحابہ حجت نہیں ہے۔

(5)اذان عثمانی بدعت ہے۔

(6)بیس رکعت تراویح بدعت ہے۔

اسی طرح ملحدین ہمارے ہی معاشرے میں رہتے ہیں شب وروز کہتے ہیں کہ کائنات کا کوئی خالق نہیں۔جب خالق ہی نہیں تو نہ انبیاء کرام آئے ہیں نہ مقدس کتابیں نازل ہوئی ہے نہ فرشتوں کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی جنت جہنم وغیرہ موجود ہے۔

اب آپ بتائیں کہ گمراہ فرق جب اپنی نظریات پر مشتمل کتابیں چھاپتے ہیں تقسیم کرتے ہیں لوگوں کو باطل افکار اور عقائد کی دعوت دیتے ہیں یہ مجرم نہیں جب ہم قرآن وسنت کی اصل منہج بیان کرتے ہیں صحیح عقائد کی پرچار کرتے ہیں تو ہم مجرم۔۔۔اخر یہ دوغلاپن کیوں اور کب تک رہیگا۔عقائد کی حیثیت اعمال سے بڑھ کر ہے علماء کرام اگر صحیح عقیدے کی پرچار نہیں کرتے تو یہ عبداللہ مسؤل ہونگے۔

اگر یہ علماء کرام خاموش بیٹھ جائے تو لوگ حلال وحرام کی تمیز نہیں کر پائینگے، خنزیر کے حرام اور بکرے کے حلال ہونے کا فرق ختم ہو جائیگا۔زنا اور نکاح دونوں برابر سمجھے جائینگے۔عوام الناس ان علماء کرام کا شکریہ ادا کرے جو عقائد پر محنت کرتے ہیں۔

مولانا معاویہ حسینی صاحب حفظہ اللہ

حدیث عمار پر شبہات کا رد

چند دن پہلے 19/جنوری/2026 کو مفتی عبد الواحد قریشی صاحب حفظہ اللہ کے یوٹیوب چینل پر ایک ویڈیو اپلوڈ ہوئی جسے دیکھنے کا اتفاق ہوا جو تین گھنٹوں پر مشتمل تھی، اس ویڈیو میں جناب مفتی صاحب نے "حدیث عمار" پر تفصیلی بحث کی ہے، زیر بحث ویڈیو کے شروع میں تو جناب مفتی صاحب نے حدیث عمار کے مصداق کی تعیین میں وہی مبنی بر خطاء گفتگو کی ہے جس کا رد ہم نے "مجلہ راہ ہدایت" کے اکتوبر/2025 کے شمارے میں تفصیلاََ پیش کر دیا ہے، آج کے مضمون میں جناب مفتی صاحب کی اس گفتگو کے جوابات پیش کئے جا رہے ہیں جو حضرت مفتی صاحب نے اپنے پیش کردہ مؤقف پر اٹھنے والے سوالات کے جوابات میں ارشاد فرمائی ہے، ترتیب یہ ہو گی کہ ہم بطور خلاصہ مفتی صاحب کے مؤقف پر اٹھنے والے سوال اور پھر اس کے جواب کو نقل کریں گے اس کے بعد اپنا رد پیش کریں گے، مقصود کو شروع کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جناب مفتی صاحب کے نزدیک "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اس کا مصداق "قاتلین عثمان" ہیں جبکہ جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت ہے اور اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی "خطاء اجتہادی" کی "نوعیت" اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی "تصویب" بیان کی گئی ہے، اب سوالات ملاحظہ کریں:

سوال: مفتی صاحب کے اس مؤقف پر سب سے پہلا سوال یہ کھڑا ہوتا ہے کہ اگر آپ کے نزدیک "حدیث عمار" کا مصداق "قاتلین عثمان" ہیں تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے خلاف جو "ریاستی طاقت" استعمال کی ہے اس کا "جواز" آپ کیسے ثابت کریں گے؟ کیونکہ آپ تو اہل شام کو "باغی" ماننے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں جبھی تو آپ نے "حدیث عمار" کا مصداق "قاتلین عثمان" کو قرار دینے کی کوشش کی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کے خلاف تلوار اٹھانا ہی ان کے "باغی" ہونے کی دلیل ہے وگرنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سوال کھڑا ہو جائے گا کہ انہوں نے کس شرعی جواز کی بنیاد پر اہل شام پر تلوار چلائی؟

جواب از مفتی صاحب: مفتی صاحب نے مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے اس بات کا واضح انکار فرمایا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل جمل اور اہل شام پر انہیں "باغی" سمجھتے ہوئے تلوار چلائی، دلیل اس پر یہ پیش کی کہ اکابر اہل السنت والجماعت نے صحابہ کرام کی آپسی جنگوں کو "مشاجرات" سے تعبیر کیا ہے اور "مشاجرات" مشتق ہے "شجرہ" سے گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپس کی جنگوں کی مثال درخت کی ٹہنیوں کی طرح ہے، جس طرح درخت کی ٹہنیاں خارجی ہوا کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراجاتی ہیں اور گتھم گتھا ہوجاتی ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپس کی جنگیں بھی بیرونی سازشوں کی وجہ سے ہوئیں اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں تھا، اسی طرح قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو "**رحماء بینھم**" قرار دیا ہے لہذا یہ ناممکن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں اپنے اختیار سے لڑ پڑیں، خلاصہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے جنگ نہیں کی جس سے اہل جمل واہل شام کا باغی ہونا ثابت ہوتا ہو بلکہ یہ بیرونی سازش کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں لڑ پڑے۔

تبصرہ: جناب مفتی صاحب کی یہ بات سر آنکھوں پر کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین "**رحماء بینھم**" کا مصداق ہیں اور یہ بات بھی کسی حد تک قابل تسلیم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپسی جنگوں میں مفسدین کی ریشہ دوانیاں بھی موجود تھیں، لیکن اس بنیاد پر یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بالکل بے دست و پا تھے اور مفسدین جس طرح چاہتے تھے انہیں آپس میں لڑوا دیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذاللہ کٹھ پتلیوں کی طرح آپس میں گتھم گتھا ہوگئے تھے یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ان دو جماعتوں کے "مجتہد" ہونے کا کیا معنی ہوگا؟ جو کہ اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے، کیونکہ "مجتہد" وہی ہوتا ہے جو قرآن سنت کے دلائل میں غور و فکر کرکے اپنی رائے و اختیار سے موجودہ صورتحال کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے مفتی صاحب کی بیان کردہ صورت میں تو یہ حضرات "مضطر" شمار ہوں گے نہ کہ "مجتہد" اور اہل السنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، مفتی صاحب کی بیان کردہ صورت میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی اہمیت بھی ختم ہوجائے گی کہ خلیفہ وقت اتنا بے اختیار ہے کہ وہ اپنی خلافت کے اساسی فیصلے بھی خود سے نہیں لے سکتا، یہی مؤقف نواصب کا بھی ہے، جبکہ اہل السنت والجماعت اس کے ہرگز ہرگز قائل نہیں ہیں، اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ بااختیار خلیفہ تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد واختیار سے ہی اہل جمل واہل شام کے خلاف "ریاستی طاقت" استعمال

کرنے کا فیصلہ لیا تھا تبھی تو اہل السنت والجماعت نے ان کے اجتہادی فیصلوں سے "بغاۃ" کے احکامات کا استنباط کیا ہے، مفتی صاحب کی بیان کردہ صورت "**عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين**" کے بھی خلاف ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فتنہ کے موقع پر حضرات خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کا حکم دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یقیناً اس حدیث کا مصداق ہیں اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل جمل واہل شام سے جو جنگیں لڑیں اس میں وہ بااختیار نہیں تھے اور سب کچھ مفسدین کی سازشوں سے ہوگیا تو پھر نبی علیہ السلام کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "پیروی" کرنے کے حکم کا کیا معنی ہوگا؟، کیا کبھی اس شخص کی پیروی کی جاتی ہے جو خود بے اختیار ہو؟،لہذا مفتی صاحب کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپسی جنگوں میں ان حضرات کو بالکل بے اختیار کہنا بالکل غلط اور باطل ہے۔

اسی طرح مفتی صاحب کا "**رحماء بينهم**" سے یہ استدلال کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں اپنے اختیار سے لڑ نہیں سکتے یا اختلاف نہیں کرسکتے، یہ بھی بالکل غلط وباطل ہے کیونکہ آج تک کسی نے اس آیت سے یہ استدلال نہیں کیا اور نہ آیت کا یہ مقتضی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں لڑ نہیں سکتے بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام اگر کسی سے محبت رکھتے ہیں تو للہ فی اللہ رکھتے ہیں اور اگر کسی سے بغض رکھتے ہیں تو للہ فی اللہ بغض رکھتے ہیں، اس میں نفسانیت نہیں ہوتی اسی صفت کو حدیث میں "**حب في الله و بغض في الله**" سے تعبیر کیا گیا ہے اور عام طور پر حب فی اللہ کا محل مسلمان بھائی ہوتا ہے اور بغض فی اللہ کا محل کفار ہوتے ہیں اسلئے قرآن مجید میں "**اشداء على الكفار رحماء بينهم**" کے الفاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعریف وتوصیف کی گئی، اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ کبھی کسی مقام پر کسی حکم شرعی کی وجہ سے آپس میں اختلاف نہیں کرسکتے جو اس آیت کے خلاف ہو کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا آپس میں اختلاف کرنا حتی کہ جنگ تک کرنا تواتر سے ثابت ہے لیکن ان کی آپس کی لڑائی بھی للہ فی اللہ اور نیک نیتی سے تھی اس میں نفسانیت اور فاسد نیت ہرگز ہرگز نہ تھی، اسی طرح مفتی صاحب کا لفظ "مشاجرہ" سے بھی مذکورہ بالا استدلال کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپس کی جنگیں بالکلیہ بیرونی سازش کے نتیجے میں ہوئی اور اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں تھا بالکل غلط وباطل کیونکہ کسی نے آج تک "مشاجرہ" کے لفظ سے یہ استدلال نہیں کیا کیونکہ یہ بدیہیات کے خلاف ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپسی جنگوں کو "مشاجرہ" کہنے کی وجہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"لفظ "مشاجرہ" شجر سے مشتق ہے جس کے اصل معنی تنے دار درخت کے ہیں جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں، باہمی اختلافات و نزاع کو اسی مناسبت سے مشاجرہ کہا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتی ہیں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کھلی جنگوں تک نوبت پہنچ گئی علمائے امت نے ان باہمی حروب اور اختلافات کو جنگ و جدال سے تعبیر نہیں کیا بلکہ ازروئے ادب "مشاجرہ" لفظ سے تعبیر کیا کیونکہ درخت کی شاخوں کا ایک دوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے"

("مقام صحابہ" ص:72)

مذکورہ بالا عبارت میں کہیں دور دور تک اس بات کا اشارہ تک نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپسی جنگوں کو "مشاجرہ" سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات اس میں "بے اختیار" تھے اور یہ سب بیرونی سازشوں کے سبب ہوا تھا بلکہ ازراہ ادب اور تکوینی مصلحت کے پیش نظر ان جنگوں کو "مشاجرات" سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ ان جنگوں کی بدولت شریعت کی تکمیل ہوئی اور خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جنگوں میں جو طرز عمل اپنایا اس سے امت کو "بغاۃ" کے احکامات ملے جو کہ یقیناً شریعت اسلامیہ کی خوبصورتی ہے کہ اس میں آپسی جنگوں کے احکامات بھی موجود ہیں تاکہ امت مسلمہ کسی بھی مقام پر شریعت مطہرہ کی روشنی سے محروم نہ رہے، مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جناب مفتی صاحب "حدیث عمار" کا مصداق جو "قاتلین عثمان" کو قرار دیتے ہیں تو اس صورت میں ان پر یہ سوال بہر حال متوجہ رہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل جمل و اہل شام پر کسی "شرعی جواز" کی بنیاد پر تلوار چلائی؟ اور اس کا جواب یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں دیا جاسکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو "باغی" سمجھتے ہوئے ان کے خلاف "ریاستی طاقت" استعمال کی البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان حضرات کو خوارج کی طرح "باغی" نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں "مجتہد" اور نیک نیت سمجھتے تھے اور فی الواقع وہ حضرات ایسے ہی تھے تبھی اہل السنت والجماعت اصحاب جمل و صفین کو مجتہد مخطی قرار دیتے ہیں اور ان کو مغفور ماجور سمجھتے ہیں اور ان کے خلاف زبان درازی کو ناجائز و حرام سمجھتے ہیں۔

سوال نمبر ۲: مفتی صاحب کے ذکر کردہ مؤقف پر دوسرا سوال یہ "کیا گیا کہ جمہور اہل السنت والجماعت کے

نزدیک "مشاجرات صحابہ کے مسئلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور ان کے مقابلے میں آنے والے حضرات خطاء اجتہادی پر ہیں جسے آپ بھی تسلیم کرتے ہیں تو یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب از مفتی صاحب: مفتی صاحب نے اس سوال کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے جو اپنی بیعت کا مطالبہ کیا، اس "مطالبے" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے بس۔

تبصرہ: مفتی صاحب کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف اپنی بیعت کے "مطالبے" کے معاملے میں ہی حق پر سمجھتے ہیں اور اس "مطالبہ بیعت" کے پورا نہ ہونے کی صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو تلوار چلائی اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر نہیں سمجھتے کیونکہ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا مفتی صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپسی جنگوں کو بالکلیہ بیرونی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب کا درج بالا مؤقف اکابر اہل السنت والجماعت کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ جمہور اہل السنت والجماعت نے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "مطالبہ بیعت" میں حق پر قرار دیا اسی طرح اس مطالبے کے پورا نہ ہونے کی صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو "ریاستی طاقت" استعمال کی اس میں بھی حق پر قرار دیا ہے چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

> "مشاجرات صحابہ میں تو جس طرح امت کا اس پر اجماع ہے کہ دونوں فریق کی تعظیم واجب اور دونوں فریق میں سے کسی کو برا کہنا ناجائز ہے اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کا مقابلہ کرنے والے خطاء پر تھے اسی طرح جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب خطاء پر, البتہ ان کی خطاؤں کو اجتہادی خطاء قرار دیا جو شرعاً گناہ نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہو بلکہ اصول اجتہاد کے مطابق اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی اگر ان سے خطاء ہو گئی تو ایسے خطاء کرنے والے بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے, ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے"

("مقام صحابہ", ص:73)

اسی طرح علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"دو اجر اجتہاد اور ٹھیک فیصلہ پر ہیں اور ایک اجر صرف اجتہاد پر ہے اور یہ چاروں صحابہ (حضرت عائشہ, حضرت زبیر, حضرت طلحہ, حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم) ان جنگوں میں مجتہد تھے مگر اجتہاد میں خطاء تھی, حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مجتہد تھے اور ان کا اجتہاد صواب تھا, اصول میں یہ بات طے شدہ کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے, اس پر اور اس کی تقلید کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں پس فریقین کے قاتل و مقتول جنت میں ہیں"

("مقام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ, ترجمہ الناهية عن طعن معاوية", ص:35,36, مترجم: مولانا محمد غزالی جالندھری رحمہ اللہ)

اسی طرح شاہ عبد العزیز محدث دہلوی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"اور جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے لڑے لیکن عداوت اور بغض کی راہ سے نہیں بلکہ شبہ فاسد اور تاویل باطل سے جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین کے لوگ سو یہ خطاء اجتہادی اور بطلان اعتقادی میں اپنے مشترک ہیں"

("تحفہ اثناء عشریہ", ص:814)

نوٹ: حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت کے آخری حصے سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ معاذ اللہ اصحاب جمل و صفین کے "اعتقاد" کے بارے میں کوئی بات کر رہے ہیں کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک "بطلان اعتقادی" سے مراد "خطاء اجتہادی" ہی ہے چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے پہلے ہی ان کی ایک عبارت سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"اس کلام میں چند فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ انکار معنی اور مدلول نص سے جن کی بنا تاویل فاسد پر ہو کفر نہیں بلکہ ایک قسم کا "فسق اعتقادی" ہے جس کو اہل سنت کے عرف میں خطاء اجتہادی کہتے ہیں"

("تحفہ اثناء عشریہ"، ص:804)

اسی طرح حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطاء پر تھے مگر وہ خطاء اجتہادی تھی, اس پر طعن و تشنیع اور لب کشائی ناجائز ہے بلکہ سکوت واجب ہے"

("عقائد الاسلام", ص:425)

مذکورہ بالا چار حوالجات کے اندر "جنگ جمل" اور "جنگ صفین" کی تصریح موجود ہے اور اس تصریح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "حق" پر کہا گیا ہے جس سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اکابر اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح "مطالبہ بیعت" میں حق پر تھے اسی طرح اس "مطالبہ بیعت" کے پورا نہ ہونے کی صورت میں "ریاستی طاقت" استعمال کرنے میں بھی حق پر تھے لہٰذا مفتی صاحب کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف "مطالبہ بیعت" میں حق پر قرار دینا بالکل غلط و باطل ہے،لہٰذا جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل و صفین میں بھی حق پر تھے تو اس سے یہ بات بھی سمجھ آجاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اصحاب جمل و صفین باغی تھے تبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے خلاف تلوار اٹھائی، البتہ اصحاب جمل و صفین سے اس بغاوت کا صدور اجتہاد کے نتیجے میں ہوا تھا اسلئے یہ حضرات اپنے اجتہاد پر عمل کرنے میں ماجور و مغفور تھے اور ان پر زبان طعن دراز کرنے والا مردود و مطرود ہیں۔

سوال نمبر ۳: مفتی صاحب سے تیسرا سوال یہ کیا گیا کہ آپ جو "حدیث عمار" کا مصداق "قاتلین عثمان" اور "خوارج" کو قرار دے رہے ہیں تو کیا محدثین کرام میں سے بھی کسی نے اس حدیث کا مصداق خوارج و قاتلین عثمان کو قرار دیا ہے؟(یادرہے کہ مفتی صاحب کے نزدیک قاتلین عثمان اور خوارج دونوں ایک ہی ہیں شروع میں وہ قاتلین عثمان تھے بعد میں خوارج بنے..... حسینی)

جواب از مفتی صاحب: مفتی صاحب نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ امام مہلب اور امام ابن بطال رحمہما اللہ نے اس حدیث کا مصداق خوارج کو قرار دیا ہے اور پھر مفتی صاحب نے صرف امام ابن بطال رحمہ اللہ کا حوالہ پیش کیا جس میں انہوں نے اس حدیث کا مصداق خوارج کو قرار دیا ہے، لیکن چونکہ اس حدیث کا مصداق خوارج کو ٹھہرانے میں ایک اشکال وارد ہوتا تھا جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کرکے امام ابن بطال رحمہ اللہ پر نقد کیا ہے تو مفتی صاحب نے وہ اشکال پیش کرکے جواب دینے کی کوشش بھی کی، وہ اشکال یہ تھا کہ خوارج کا ظہور تو جنگ صفین کے بعد ہوا جس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے جبکہ "حدیث عمار" میں "**فئة باغية**" کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی ہے تو پھر خوارج نے اپنے ظہور سے پہلے حضرت عمار رضی اللہ

عنہ کو کیسے شہید کر دیا؟، مفتی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگرچہ خوارج کا ظہور بعد میں ہوا لیکن ان کی پہچان پہلے سے موجود تھی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، مفتی صاحب نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نقد کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابن بطال رحمہ اللہ پر جو نقد کیا تو ان کے نقد کا مقصد صرف خوارج کو "حدیث عمار" کا مصداق ٹھہرانے کے بارے میں ہے باقی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت نہیں ہے۔

تبصرہ: مفتی صاحب نے اپنے پورے تین گھنٹے کے بیان میں "حدیث عمار" کی تشریح کے حوالے سے صرف امام ابن بطال رحمہ اللہ کی مرجوح رائے پیش کی باقی اس حدیث کے حوالے سے مفتی صاحب نے محدثین کرام رحمہم اللہ کی تشریح کو ہاتھ تک نہیں لگایا کیونکہ مفتی صاحب کو معلوم تھا کہ اگر مفتی صاحب جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ کی تشریح کو پیش نظر رکھتے تو ان کے مؤقف (کہ حدیث عمار کا مصداق قاتلین عثمان اور خوارج ہیں) کی عمارت زمین بوس ہو جاتی اسلئے مفتی صاحب نے اپنے مفید مطلب صرف امام ابن بطال رحمہ اللہ کی رائے کو پیش کر دیا جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رد کر چکے ہیں اور خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کا مصداق اہل شام کو قرار دیا ہے چنانچہ حافظ رحمہ اللہ اس حدیث پر طویل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"وفی هذا الحديث علم من أعلام النبوة وفضيلة ظاهرة لعلی و لعمار و رد علی النواصب الزاعمین أن علیا لم یکن مصیبا فی حروبه"

("فتح الباری" جلد: 1، ص: 543)

ترجمہ: اس حدیث میں نبوت کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے اور حضرت علی و حضرت عمار رضی اللہ عنہما کیلئے واضح فضیلت ہے، اور ان ناصبیوں پر رد ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں حق پر نہیں تھے۔

اسی طرح حافظ رحمہ اللہ ایک اور مقام پر واضح طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے حضرات کو باغی لکھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"وذهب جمهور اهل السنة الی تصویب من قاتل مع علی لامتثال قوله تعالی و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا ففیها الامر بقتال الفئة الباغية وقد

ثبت ان من قاتل عليا كانوا بغاة وهؤلاء مع هذا التصويب متفقون على انه لايذم واحد من هؤلاء بل يقولون اجتهدوا فاخطئوا وذهب طائفة قليلة من اهل السنة وهو قول كثير من المعتزلة الى ان كلا من الطائفتين مصيب

ترجمہ: اور جمہور اہل سنت ان حضرات کی تصویب کی طرف گئے ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اللہ رب العزت کے فرمان (و ان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا...الخ) کی بجاآوری کیلئے قتال کیا کیونکہ اس آیت میں باغی گروہ سے قتال کا حکم ہے, اور تحقیق یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا وہ باغی تھے, اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویب کے ساتھ اہل سنت اس بات پر بھی متفق ہیں کہ ان حضرات میں سے کسی ایک پر بھی ملامت نہیں کی جائے گی بلکہ اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا اور اس میں خطاء کی اور اہل سنت کے ایک قلیل گروہ اور کثیر معتزلہ کا یہ قول ہے کہ (صحابہ کرام کے) دونوں گروہ مصیب ہیں"

("فتح الباری", جلد:13, :67, کتاب الفتن, رقم الحدیث:7109)

اس تصریح کے باوجود مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "حدیث عمار" کا مصداق اہل شام کو نہیں سمجھتے واضح طور پر مفتی صاحب کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حدیث کی تشریح میں ایک دو اور محدثین کی آراء بھی پیش کردیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث عمار کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت ہے اور مفتی صاحب نے جو امام بطال رحمہ اللہ کی رائے کو صحیح قرار دینے کی کوشش کی ہے اس کی حقیقت بھی واضح ہوجائے کہ مفتی صاحب کی مذکورہ رائے جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے لائق التفات نہیں ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

17)علامہ شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"يدعو عمار الفئة الباغية و هم اصحاب معاوية رضي الله عنه الذين قتلوه في وقعة صفين (إلى) سبب (الجنة) وهو طاعة علي بن أبي طالب رضى

الله عنه الامام الواجب الطاعة إذ ذاك (ويدعونه إلى) سبب (النار) لكنهم معذورون للتأويل الذى ظهر لهم لأنهم كانوا مجتهدين ظانّين انهم يدعونه الى الجنة و إن كان في نفس الأمر بخلاف ذلك فلا لوم عليهم في اتباع ظنونهم فأن المجتهد إذا أصاب فله أجران و أذا أخطاء فله أجر

ترجمہ: عمار رضی اللہ عنہ دعوت دیں گے باغی گروہ کو (اور وہ باغی گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے جنہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں شہید کیا تھا) جنت کے سبب کی طرف (اور وہ جنت کا سبب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اطاعت تھی جو اس وقت امام واجب الطاعت تھے) اور وہ باغی گروہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جہنم کے سبب کی طرف بلائے گا (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے روکے گا....ناقل) لیکن وہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب) معذور تھے اپنی تاویل کی وجہ سے جو ان کے سامنے ظاہر ہوئی تھی (کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باغی ہیں....ناقل) اسلئے کہ وہ مجتہد تھے اور گمان کر رہے تھے وہ جنت کی طرف بلا رہے ہیں (یعنی وہ حق پر ہیں....ناقل) اگرچہ نفس الامر میں اس کے خلاف تھے (یعنی خطاء اجتہادی پر تھے....ناقل) پس ان پر کوئی ملامت نہیں ہے اپنے گمانوں پر عمل کرنے میں اسلئے کہ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے اور صواب کو پہنچتا ہے تو اس کیلئے دو اجر ہیں اور اگر خطاء کرتا ہے اس کیلئے ایک اجر ہے"

("ارشاد الساری", جلد:2, ص:108, تحت رقم الحدیث:447)

اسی طرح امام احمد بن اسماعیل کورانی حنفی رحمہ اللہ حدیث عمار کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"والإجماع أن الحق كان لعلي،وإذا كان الحق له،فالمخالف على الباطل إلا أن المجتهد لا يؤاخذ وإن كان مبطلاً،هذا الذى يجب على كل مسلم اعتقاده.

ترجمہ: اور اس بات پر اجماع ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اور جب حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو ان کے مخالف باطل (خطاء) پر تھے مگر یہ کہ مجتہد پر کوئی

مواخذہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ باطل (خطاء) پر ہو، یہ وہ بات ہے جس کا عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے"

("الكوثر الجاري الى رياض أحاديث البخاري"، جلد:2، ص:129)

اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد فخر المحدثین، حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت عمار کی شہادت کے بارے میں جو پیشن گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہوئی اور حضرت عمار معرکہ صفین میں حضرت معاویہ کی جماعت کے ہاتھوں 37ھ میں شہید ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کی رو سے حضرت معاویہ کا خطاء اجتہادی پر ہونا متعین ہو گیا"

("ایضاح البخاری"، جلد:3، ص:259،258)

مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک اس حدیث کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت ہے اور جمہور محدثین نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی اصابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی خطاء پر استدلال کیا ہے اسلئے جمہور کے مقابلے میں مفتی صاحب کا اس حدیث کا مصداق قاتلین عثمان اور خوارج کو قرار دیا بالکل غلط اور باطل ہے اور نا قابل التفات ہے۔

سوال نمبر ۴: مفتی صاحب سے چوتھا سوال یہ کیا گیا کہ اگر آپ کے نزدیک حدیث عمار کا مصداق "قاتلین عثمان" ہیں تو پھر اہل السنت والجماعت نے "مشاجرات صحابہ" میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی "خطاء اجتہادی" کا جو فیصلہ کیا ہے تو اس "خطاء اجتہادی" سے کیا مراد ہے؟ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو خطاء اجتہادی ہوئی تھی وہ کس مسئلے میں ہوئی تھی کیونکہ "خطاء اجتہادی" ایک حکم ہے اس کے پیچھے واقعہ یا مسئلہ کی کوئی نہ کوئی نوعیت ہوتی ہے جس پر یہ حکم لگتا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی "خطاء اجتہادی" کے پیچھے واقعہ یا مسئلہ کی "نوعیت" کیا تھی؟

جواب از مفتی صاحب: جناب مفتی صاحب نے اس سوال کے جواب میں صاحب نبراس علامہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کی عبارت پیش کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی "خطاء اجتہادی" کا مطلب صرف اتنا ہے کہ انہوں نے "قصاص عثمان" کو جلدی لینے پر اصرار کیا تھا بس۔

تبصرہ: مفتی صاحب کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صرف مطالبہ قصاص میں عجلت کی وجہ سے "مجتہد مخطی" ہیں اس کے علاوہ انہوں نے جو میدان میں نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ "مجتہد مخطی" نہیں ہیں، حالانکہ یہ بات جمہور اہل السنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، دلیل اس بات کی اکابر اہل السنت والجماعت کی مذکورہ بالا وہ تمام عبارات ہیں جو ہم اوپر پیش کر چکے ہیں جس میں واضح طور پر "جنگ جمل وصفین" کی تصریح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "مجتہد مصیب" اور ان کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو "مجتہد مخطی" قرار دیا ہے خود علامہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے واضح لکھا ہے کہ:

"وقال اهل السنة كان الحق مع علي رضى الله عنه أن من حاربه مخطئ فى الاجتهاد فهو معذور أن كلا من الفريقين عادل صالح ولايجوز الطعن في أحد منهم للأحاديث المشهورة في مدح الصحابة رضى الله عنهم اجمعين والنهي عن سبهم وهذا هو الحق فماذا بعد الحق الا الضلال

ترجمہ: اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور جن (صحابہ کرام) نے ان سے جنگ کی وہ اپنے اجتہاد میں خطاء پر تھے اور وہ معذور تھے اور دونوں طرف کے صحابہ کرام صالح اور عادل تھے اور ان میں سے کسی ایک پر بھی زبان طعن دراز کرنا ناجائز ہے ان مشہور احادیث کی وجہ سے جو صحابہ کرام کی مدح میں اور ان کو برا بھلا کہنے کی نفی میں وارد ہوئی ہیں اور یہی بات حق ہے، پس حق کے بعد گمراہی کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔

(النبراس، ص:658)

مذکورہ بالا عبارت میں علامہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے واضح لکھا ہے کہ "**أن من حاربه مخطئ فى الاجتهاد**" جس سے واضح ہے کہ علامہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صرف "قصاص عثمان" کے معاملے میں ہی "مجتہد مخطی" نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں بھی "مجتہد مخطی" تھے جس سے ان حضرات کی "خطاء

اجتہادی" کی "نوعیت" بھی واضح ہو جاتی ہے جو کہ امام عادل کے خلاف خروج تھا جسے "بغاوت" کہتے ہیں تبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے خلاف تلوار چلائی، جب یہ بات ہے تو مفتی صاحب کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی "خطاء اجتہادی" کی "نوعیت" بیان کرتے ہوئے صرف "مطالبہ قصاص عثمان" کو پیش کرنا بالکل غلط اور باطل ہے۔

یہاں تک ہم نے الحمدللہ مفتی صاحب کے اپنے مؤقف پر اٹھنے والے سوالات پر مفتی صاحب نے جو جوابات دیے تھے ان پر مدلل تبصرہ پیش کر دیا جس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے علاوہ قاتلین عثمان یا خوارج کو قرار دینے کی صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقدامات پر سوال کھڑے ہو جاتے ہیں اور جمہور اہل السنت والجماعت کی مخالفت بھی لازم آتی ہے اسلئے بہتر اور بھلائی کا راستہ یہی ہے کہ "حدیث عمار" کی تشریح جمہور اہل السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہی کی جائے اس صورت میں کوئی اشکال بھی نہیں رہتا اور جمہور اہل السنت والجماعت کی رفاقت بھی ہاتھ سے نہیں جاتی الحمداللہ، اب ہم مفتی صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے چند سوالات کے جوابات دینا چاہتے ہیں جن کی ترتیب یہ ہو گی کہ پہلے ہم مفتی صاحب کے سوالات ایک ساتھ نمبر وار تحریر کریں گے اس کے بعد اسی ترتیب سے نمبر وار ان کے جوابات دیں گے یاد رہے کہ ہم مفتی صاحب کے تمام سوالات کے جوابات نہیں دے رہے بلکہ انہی سوالات کے جوابات دے رہے ہیں جن میں واقعی کچھ وزن ہے اگر ہمارے قارئین صرف انہی سوالات کے جوابات پر غور کریں گے تو مفتی صاحب کے بقیہ سوالات کے جوابات بھی انہیں ان شاءاللہ سمجھ میں آجائیں گے چنانچہ اب پہلے مفتی صاحب کے سوالات ملاحظہ فرمائیں:

۱) اگر "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحکیم کیوں قبول کی جبکہ قرآن مجید میں باغیوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم ہے جب تک وہ اپنی بغاوت سے باز نہ آجائیں؟

۲) اگر "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مقتولین کی تجہیز و تکفین کر کے ان پر نماز جنازہ کیوں پڑھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں لکھا ہے؟

۳) اگر "حدیث عمار" کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے حکومت ان کے حوالے کیوں کی؟

جواب نمبر ا: مفتی صاحب نے پہلے سوال میں قرآن مجید کی جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے وہ آیت مع ترجمہ پہلے پیش کر دی جائے پھر اس کی روشنی میں مفتی صاحب کے سوال کا جواب دیا جائے چنانچہ آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

وَاِنۡ طَآٮِٕفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا‌ ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ‌ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ

(سورہ حجرات، رقم الآیۃ:09)

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کرادو پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا خیال رکھو، بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔

(ترجمہ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

مفتی صاحب کا استدلال آیت مبارکہ کے ٹکڑے "فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ" سے ہے جس سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید اس وقت تک باغیوں سے لڑنے کا حکم دیتا ہے جب تک وہ اپنا موقف چھوڑ نہ دیں، حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آخر تک اپنے موقف پر قائم رہے تو چاہیے تو یہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ تحکیم کو قبول نہ کرتے اور آخر تک لڑتے رہتے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحکیم کو قبول فرمایا تو اس سے پتا چلا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں باغی نہیں تھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے آیت مبارکہ کے مذکورہ ٹکڑے سے جو استدلال کیا ہے مفسرین کرام نے اس سے یہ استدلال نہیں فرمایا بلکہ انہوں نے آیت مبارکہ کی جو تفسیر کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت کی یہ مراد نہیں ہے کہ "باغیوں سے اس وقت لڑو جب تک وہ اپنے موقف سے رجوع نہ کر لیں" بلکہ آیت مبارکہ کی مراد یہ ہے کہ "باغیوں سے اس وقت تک لڑو جب تک وہ لڑتے رہیں اور جب وہ لڑنا چھوڑ دیں یا صلح کی پیشکش

کردیں تو تم بھی لڑنا چھوڑ دو" چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو (یعنی مابہ النزاع رفع کر کے لڑائی موقوف کرادو) پھر اگر (بعد کوشش اصلاح کے بھی) ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے اور (لڑنا موقوف نہ کرے) تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا، یہاں تک وہ حکم خدا کی طرف رجوع ہو جائے (یعنی قتال ترک کردے) تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو"

(بیان القرآن، جلد:3، ص:626)

اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"یعنی ان تمام پیش بندیوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو اختلاف رفع ہو جائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں، یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کیلئے اپنے کو پیش کردے، اس وقت چاہیے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور ملاپ کرادیں"

(تفسیر عثمانی، جلد:2، ص:537)

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تحکیم کو قبول کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ اہل شام ان کی نظر میں باغی نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تحکیم کو قبول کرنا عین اسی آیت کا مقتضی تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا لہذا تحکیم کے معاملے کو لے کر حضرت مفتی صاحب نے جو "حدیث عمار" کے مصداق کے حوالے سے جمہور اہل السنت والجماعت کی مخالفت کی ہے وہ بالکل غلط اور باطل ہے، یہاں پر ہم بطور الزامی جواب کے ایک اور بات بھی کہنا چاہیں گے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (التوبہ، آیت:36)" جس کا ترجمہ ہے (ان مشرکین سے سب سے لڑنا) آیت کا ظاہر تو یہ کہتا ہے کہ علی الاطلاق تمام مشرکین سے لڑنا ضروری جبکہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین سے صلح اور جزیہ

کے احکامات بھی بیان کئے گئے ہیں تو اس طرح مذکورہ آیت کے ہوتے ہوئے دوسرے دلائل کی بناء پر ہم مشرکین سے صلح وجزیہ کو بھی جائز کہتے ہیں جس سے آیت کی تقیید ہو جاتی ہے اسی طرح باغیوں کے بارے میں مذکورہ بالا آیت کے ظاہر سے اگرچہ یہ پتا چلتا ہے کہ ان سے رجوع کے وقت تک لڑنا ہی مشروع ہے لیکن خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے ہمیں پتا چل گیا کہ یہ آیت علی الاطلاق اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ مقید ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ باغی جب صلح اور مذاکرات پر آمادہ ہو جائیں تو ان سے صلح اور مذاکرات کئے جاسکتے ہیں۔

جواب نمبر ۲: مفتی صاحب کے دوسرے سوال کا جواب پڑھنے سے پہلے آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"خلیفہ سے بغاوت کرنے کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ خلیفہ ضروریات دین کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے {العیاذ باللہ} (اور اس وجہ سے رعایا خلیفہ سے مقابلہ کرے تو یہ مقابلہ کرنے والے حق پر ہوں گے کیونکہ) اس صورت میں خلیفہ پر چڑھائی کرنا اور اس سے جنگ کرنا واجب ہے اور یہ قتال اعلی قسم کا جہاد ہے تاکہ (خلیفہ کے کافر رہنے سے) اسلام پراگندہ اور کفر غالب نہ ہو جائے، دوسری صورت (خلیفہ سے بغاوت کرنے کی) یہ ہے کہ (لوگ) بغیر تاویل شرعی کے مال لوٹنے اور لوگوں کے قتل کرنے اور زناکاری کی غرض سے بغاوت کریں اور تلوار کو حکم بنائیں نہ کہ قانون شرع کو، ان لوگوں کا حکم وہی ہے جو رہزنوں کا ہے ان لوگوں کا دفع کرنا اور ان کی جماعت کو منتشر کر دینا واجب ہے، تیسری صورت (خلیفہ سے بغاوت کرنے کی) یہ ہے کہ دین قائم کرنے کی غرض سے لوگ بغاوت کریں اور خلیفہ (کی حقیت) اور اس کے احکام کے (وجوب اطاعت) میں شبہ بیان کریں پس اگر (باغیوں کی) یہ تاویل قطعی البطلان ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدوں کی اور زکوۃ دینے سے انکار کرنے والوں کی تاویل (ناقابل اعتبار تھی) اور تاویل کے قطعی البطلان ہونے کے یہ معنی ہیں کہ (یہ تاویل) نص قرآنی یا سنت مشہورہ یا اجماع یا قیاس جلی کے مخالف ہو، اور اگر وہ تاویل قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہو گا مگر قرن اول میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہد مخطی کا ہوتا ہے اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کیلئے ایک اجر ہے، لیکن جبکہ

(خلیفہ وقت) سے بغاوت کرنے کی ممانعت کی حدیثیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں مستفیض ہیں شائع ہو گئیں اور امت کا اجماع اس پر منعقد ہو گیا تو (اب اگر کوئی بغاوت کرے تو اس) باغی کے عاصی ہونے کا حکم ہم دیتے ہیں"

(ازالۃ الخفاء (مترجم)، جلد: 1، ص: 32، 31)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے جہاں ہمیں باغیوں کی اقسام معلوم ہوئیں وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر باغی کسی غیر قطعی البطلان تاویل کی بنیاد پر خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیں تو ایسے باغیوں کا حکم قرن اول میں "مجتہد مخطی" جیسا ہے جس پر وہ ایک اجر کے مستحق ہیں جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس بات کا جواب بھی ہمیں مل جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب جمل و صفین کے ساتھ باوجود ان کو باغی سمجھنے کے ان کے ساتھ عام باغیوں یعنی خوارج جیسا معاملہ کیوں نہ فرمایا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں یہ حضرات باوجود باغی ہونے کے "مجتہد مخطی" کے حکم میں تھے اسلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تجہیز و تکفین بھی فرمائی اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی لہذا مفتی صاحب نے صاحب ہدایہ کی یہ بات نقل فرما کر کہ (باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا) جو یہ استدلال کیا کہ اصحاب جمل و صفین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں باغی نہیں تھے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ان کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا بلکہ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی، یہ استدلال بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ صاحب ہدایہ ان باغیوں کا حکم بیان فرما رہے ہیں جن کے پاس کوئی معتد بہ تاویل نہ ہو جبکہ ہماری گفتگو ان باغیوں کے حوالے سے ہے جو نہ صرف صحبت نبوی سے مشرف ہیں بلکہ صاحب علم و اجتہاد بھی ہیں اور ان کی بغاوت غیر قطعی البطلان تاویل پر مبنی تھی لہذا باوجود یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں باغی سمجھتے ہوئے ان پر تلوار چلائی لیکن اپنے طرز عمل سے یہ بھی بتا دیا کہ یہ حضرات قابل احترام اور "مجتہد مخطی" ہیں اور الحمد للہ یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

جواب نمبر ۳: معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے تیسرے سوال کی بھی وہی بنیاد ہے جو پہلے سوال کی بنیاد ہے، کیونکہ جس طرح مفتی صاحب نے پہلا سوال اس بنیاد پر اٹھایا تھا کہ قرآن باغیوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیتا ہے جب تک وہ اپنے مؤقف سے رجوع نہ کر لیں جس سے پتا چلتا ہے کہ ان سے مذاکرات کرنا بھی ناجائز ہے تو پھر خلافت ان کے حوالہ کرنا بطریق اولی ناجائز ہو گا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے خلافت کی تھی لہذا معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت "حدیث عمار" کا مصداق نہیں تھی وگرنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے خلافت ہرگز نہ کرتے، حضرت مفتی صاحب کے مذکورہ اعتراض کا جواب، مفتی صاحب کے سوال نمبر ایک کے جواب میں پیش کی گئی ہماری معروضات سے آسانی سے مل جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مفتی صاحب نے قرآن مجید کی اس آیت سے جو "بغاوت" کے احکام سے متعلق ہے جو یہ سمجھا ہے کہ باغیوں سے ہر حال میں لڑنا ہی مشروع ہے مفتی صاحب کا یہ سمجھنا ہی غلط ہے جب مفتی صاحب کا یہ سمجھنا ہی غلط ہو گیا تو اس پر مفتی صاحب نے جو سوال نمبر تین کی عمارت کھڑی کی تھی وہ زمین بوس ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ جس طرح باغیوں سے مذاکرات کرنا جائز ہے اسی طرح امت کی مصلحت کی خاطر صلح کی صورت میں ان کے حوالے خلافت کرنا بھی درست ہے اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے خصوصا اس وقت جبکہ یہ صلح نبوی پیشن گوئی کی مصداق ہو اور جن سے صلح کی جارہی ہو وہ اہل عدل وامانت اور اہل اجتہاد میں سے ہوں، جب یہ بات ہے تو مفتی کے تیسرے سوال کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہتی اور "حدیث عمار" کے بارے میں جمہور اہل السنت والجماعت کا مسلک بھی اپنی جگہ برقرار رہتا ہے والحمد للہ علی ذلک

ایک اہم تنبیہ

الحمد للہ یہاں تک ہم نے تفصیل کے ساتھ "حدیث عمار" پر مفتی صاحب کے اختیار کردہ مؤقف کی کمزوری اور جمہور اہل السنت والجماعت کے موقف کی مضبوطی مدلل انداز میں بیان کردی جو کہ محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ممکن ہوا، البتہ یہاں پر اتنی بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مذکورہ بالا تمام تفصیلات کا مقصد محض "حدیث عمار" کے حوالے سے جمہور اہل السنت والجماعت کے مؤقف کی حفاظت اور "مشاجرات صحابہ" کے مسئلے میں اہل السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "اجتہادی رائے" کا دفاع کرنا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "مشاجرات صحابہ" کے مسئلے میں "اجتہادی رائے" کی اصابت پر قرآن وسنت اور اجماع امت کی بھاری بھرکم تائیدات موجود ہیں جسے ماننا ہر سنی مسلمان پر واجب ہے، اب جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی اصابت پر اہل السنت والجماعت کا اجماع ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیش آمدہ مسائل میں جس "فہم" و "فراست" سے اقدامات اٹھائے تھے اس وقت آپ کا "فہم" ہی صائب تھا، اب اگر کوئی شخص سنی ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

حق پر کہنے کے باوجود ان کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی "خطاء اجتہادی" کی "نوعیت" کو بغاوت تسلیم نہیں کرتا تو ایک عجیب تضاد کی صورت پیدا ہوتی ہے کہ ایک لمحہ میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے "فہم" کی اصابت کا اقرار کرتا ہے اور دوسرے لمحہ اسی "فہم" کے نتیجے کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف "ریاستی طاقت" استعمال فرمائی ظاہر ہے کہ اس کا "شرعی جواز" موجود تھا اور وہ "شرعی جواز" یہی تھا کہ مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر "بغاوت" سرزد ہوئی تھی، اب اگر کوئی شخص ان حضرات سے "بغاوت" کے صدور کو نہیں مانتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فطری طور پر سوال کھڑا ہو گا کہ آنجناب رضی اللہ عنہ نے کس بنیاد پر ان حضرات کے خلاف تلوار استعمال فرمائی، اس کی مثال آپ یوں سمجھیں کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ پر نبی علیہ السلام نے "حد رجم" جاری فرمائی اب "حد رجم" کے جاری ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے جاری کرنے کا "شرعی جواز" موجود ہو اور وہ ہے "محصن ہونے کی حالت میں زنا کا صدور ہونا" اب اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت میں مغلوب الحال ہو کر یہ کہنا شروع کر دے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم ضرور کیا تھا لیکن ان سے زنا کا صدور نہیں ہوا تھا تو قدرتی طور پر ہر بندے کے ذہن میں سوال پیدا ہو گا کہ اگر ان سے زنا نہیں ہوا تھا پھر انہیں رجم کیوں کیا گیا تھا جو کہ زنا کی سزا ہے اور یہ کیسا تضاد ہے کہ زنا کی سزا بھی دی جارہی ہے اور صدور زنا سے انکار بھی کیا جارہا ہے؟، ظاہر ہے کہ اس کا جواب اس کے بغیر نہیں دیا جاسکتا کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کا صدور ہوا تھا اور اس کے منکر کے سامنے اسے دلائل سے ثابت کیا جائے تاکہ نبی علیہ السلام کے فعل پر کسی قسم کا سوال کھڑا نہ ہو، بعینہ یہی طرز عمل "مشاجرات صحابہ" کے مسئلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افعال کے بارے میں اپنانا ہمارے لئے ناگزیر ہے کیونکہ بطور خلیفہ آپ رضی اللہ عنہ کے افعال کی اصابت پر قرآن وسنت اور اجماع امت کی تائیدات موجود ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی افعال سے امت کے فقہاء نے امت کی آپسی خانہ جنگی کے مسائل کا حل نکالا ہے اسلئے یہ بات ناگزیر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے "فہم" کی اصابت کو مانتے ہوئے ان کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اجتہادی طور پر "بغاوت" کا صدور تسلیم کیا جائے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان کے خلاف "ریاستی طاقت" استعمال کرنے پر کوئی سوال کھڑا نہ ہو، اسی نکتے کو سمجھتے ہوئے اکابر اہل السنت والجماعت نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ عقائد کی

کتابوں میں محفوظ کر دیا کہ ان معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین "خطاء اجتہادی" پر تھے جس پر یہ حضرات ماجور و مغفور ہیں اور ان کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے ملحد وزندیق مردود و مطرود ہیں، کیونکہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک صحابی رسول سے اگر "گناہ کبیرہ" بھی ہو جائے تو بھی اس کے خلاف طعن کرنا جائز نہیں ہے مسلم شریف میں حضرت ماعزا سلمی رضی اللہ عنہ کا تفصیلی واقعہ موجود ہے کہ جب انہیں رجم کیا جارہا تھا تو پتھر لگنے کی وجہ سے ان کا خون اڑ کر کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر لگ گیا تو انہوں نے حضرت ماعزا سلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نامناسب بات کہہ دی تو نبی علیہ السلام نے فوراً انہیں تنبیہ فرمائی اور حضرت ماعزا سلمی رضی اللہ عنہ کی توبہ کی عظمت بیان فرمائی اور ان کا جنتی ہونا بیان فرمایا، جب "گناہ کبیرہ" کے حوالے سے یہ بات ہے تو جو فعل "خطاء اجتہادی" کی وجہ سے صادر ہوا ہو جیسا کہ اصحاب وجمل صفین کی "بغاوت" کا معاملہ ہے اس پر تو زبان کھولنا بطریق اولی ناجائز اور اشد درجہ حرام ہے کیونکہ جو بغاوت شبہ و تاویل کی بناء پر ہو وہ "فسق" بھی نہیں ہے چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"حد یہ کہ امام وقت کے ساتھ لڑنا بغی ہے "والبغی فسق لا کفر" اور اگر کسی شبہ یا تاویل کے ساتھ ہو تو فسق بھی نہیں رہتا بلکہ "خطاء اجتہادی" ہوتی ہے"

("تحفہ اثناء عشریہ"، ص:813)

لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام، حضرت معاویہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عمرو بن العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین پر زبان طعن کھولنے والا اسی طرح مردود اور خبیث ہے جس حضرت علی رضی اللہ عنہ پر زبان طعن کھولنے والا مردود اور خبیث ہے ان مذکورہ بالا حضرات کی "خطاء اجتہادی" بھی اتنی بلند شان رکھتی ہے کہ اس کے مقابلے میں اویس قرنی اور عمر بن العزیز رحمہا اللہ جیسے حضرات کی نیکیاں بھی کسی شمار میں نہیں ہیں کیونکہ جو اخلاص اور للّٰہیت ان حضرات کو حاصل تھا وہ بعد والے کسی بھی شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا چاہے وہ کتنی ہی عبادتیں اور ریاضتیں کر لے، ان حضرات کی خطائیں تکوینی طور پر شریعت مقدسہ کی تکمیل کا باعث بنیں جس کی وجہ سے امت مسلمہ کو اپنے معاملات کے حل کیلئے شریعت کی روشنی ملی، جب ان کی خطاؤں کا یہ حال ہے تو نیکیوں کا کیا حال ہو گا اس کا تو میں اور آپ اندازہ بھی نہیں

کر سکتے تبھی تو کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

لے شوق سے نام صحابہ کا
کر چرچہ عام صحابہ کا
گر طلب ہے تجھ کو جنت کی
تو پلہ تھام صحابہ کا

اللہ تعالی حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عطام رضی اللہ عنہم اجمعین کے صدقے ہمیں مسلک اہل السنت والجماعت پر زندہ رکھے اور اسی پر موت عطاء فرمائے اور ہمارا حشر بھی انہیں مقدس ہستیوں کے ساتھ فرمائے (آمین)

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

علمائے دیوبند اور ان کے مخالفین

حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا علی میاں رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ احیادین کا عالمگیر کام دیوبندی جماعت سے لیا گیا ہے اور یہ مجددین کی جماعت ہے۔ حضرت نے فرمایا انگریزوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس فقہ حنفی کی صورت میں قانون موجود ہے اور انگریزوں کے پاس کوئی قانون نہیں تو انہوں نے مسلمانوں کو اس قانون سے دور کرنے کے لیے غیر مقلدین کو کھڑا کیا اور اپنا قانون بنا کر غیر مقلدین کو دیا۔ حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائپوری رحمت اللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے تھے ہم نے بہت ساری سیاسی اور دینی تحریکوں کے دور دیکھے جب ہم ان تحریکوں کی کنہ میں پہنچے تو وہاں انگریز کو بیٹھے ہوئے ان کی ڈوری ہلاتے ہوئے پایا۔ حضرت نے فرمایا ہندوں میں ایک فرقہ اریہ سماج ہے یہ ان کے غیر مقلدین ہیں اور ایک فرقہ سناین دھرمی ہے یہ ان کے بریلوی ہیں، یہ حلوہ خوب کھاتے ہیں اور حلوے کو پرشاد کہتے ہیں۔ اور سکھوں کے بریلوی فرقہ سروری سکھ ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے انگریز نے احمد رضا خان صاحب کو پہلے نبوت کی پیشکش کی تھی انہوں نے اس ذمہ داری کے اٹھانے سے انکار کر دیا تو ان کو مجددین کی ذمہ داری سونپی۔

مولانا احمد رضا کے کارنامے

حضرت نے فرمایا مولانا احمد رضا خان نے بھی عجیب کارنامے انجام دیے امت میں اتنا بڑا انتشار پیدا کر گئے پھر فرمایا انہوں نے فتوی دیا تھا جب تک نجدیوں کی حکومت موجود ہے حج ملتوی ہیں اور یہ فتوی تقسیم بھی ہوا اور اس فتوے پر ان کے خاص مریدین اور تلامذہ نے ہی عمل کیا۔ اور کسی نے عمل نہیں کیا۔ لاہور میں ابو البرکات صاحب تھے وہ اس فتوی کی بنا پر حج کے لیے نہیں گئے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اب یہ لوگ اپنے متعلقین کو جو حج پر جا رہے ہوں یہ تلقین کرتے ہیں کہ ائمہ حرمین کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کہ ان کے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ حضرت نے فرمایا ان سے بڑا اور کون بدبخت ہو گا جن کی حرمین شریفین میں نماز نہیں ہوتی۔ فرمایا ایک شخص نے مدینہ کی دہی کے بارے میں کہا تھا کہ وہ کھٹی ہوتی ہے۔ رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی کے ساتھ یہ فرماتے ہوئے سنا جہاں کی دہی میٹھی ہوتی ہے وہاں چلے جاؤ۔ حضرت نے فرمایا معلوم نہیں ان کا کیا حال ہو گا ادھر تو یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل کہتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ حرمین

شریفین پر نجدیوں اور کافروں کا قبضہ ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر مانتے ہیں تو پھر ان کو مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا۔

عجیب واقعہ

فرمایا کہ میں نے قاضی احسان احمد شجاع ابادی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات براہ راست سنی انہوں نے فرمایا کہ میں مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا تھا کہ مولوی عمرا چھروی بھی وہی اگئے مجھے دیکھ کر تمسخر کے انداز میں کہنے لگے مولانا اپ یہاں کیا لینے ائے ہیں؟ قاضی صاحب نے کہا مجھے تو اپ پر تعجب ہے کہ اپ یہاں کس لیے ائے ہیں کیونکہ اپ لوگ تو تھوڑی سی جلیبیاں منگوا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلوا لیتے ہو اپ کو یہاں انے کی کیا ضرورت۔ قاضی صاحب نے بتایا پھر مولوی عمرا چھروی صاحب شرمندہ ہو کر چل دیے۔

واقعہ

حضرت نے فرمایا مجھے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنائی کہ ان کے ایک مولوی حشمت علی صاحب تھے وہ بھی احمد رضا خان کی طرح بڑے متشدد تھے مولانا نعمانی رحمہ اللہ نے ان کو مناظرے میں شکست بھی دی تھی۔ وہ ایک دفعہ بریلی گئے تانگے پر سوار ہو کر احمد رضا خان کے مدرسے کی طرف جا رہے تھے کہ دور سے مدرسے پر مسلم لیگ کا جھنڈا لگا ہوا دیکھا یہ اس وقت کی بات ہے جب مولوی احمد رضا بریلوی فوت ہو چکے تھے جھنڈا دیکھ کر تیش میں اگے کیونکہ احمد رضا کی طرف سے فتوی شائع ہوا تھا کہ مسلم لیگ مرتدوں کی جماعت ہیں۔ یہ مدرسے پہنچے تو تانگے کو وہی رکوایا اور سامان تانگے کے اوپر رہنے دیا مدرسے میں گئے اور مولوی احمد رضا صاحب کے لڑکے سے جنڈے کے بارے میں جھگڑ کر واپس اگئے۔ اور جھنڈے کی وجہ سے مدرسے میں ٹھہرنا گوارا نہیں کیا۔

مولوی احمد رضا کے مدرسے میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس

حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے تو انہوں نے کچھ عرصہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے مدرسے میں پڑھایا اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے چھوٹے لڑکے مولوی مصطفی رضا پڑھتے تھے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ ایک صاحب ایک ایسا مسئلہ پوچھنے کے لیے ائے جس مسئلے پر مولوی احمد رضا صاحب نے علمائے دیوبند کے خلاف شور مچا رکھا تھا میں نے انہیں کہا کہ اندر کمرے میں اعلی حضرت بیٹھے ہیں ان سے جا کر پوچھ لے۔ اور وہ جو جواب دے وہ

مجھے بھی بتائے۔وہ شخص اندر گیا اور مسئلہ پوچھ کر مجھے بتایا مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کو بعینہ وہی جواب دیا جو علمائے دیوبند کا مسلک تھا اور جس کے خلاف وہ پروپیگنڈا کر چکے تھے۔حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ادمی سے فرمایا تو عام ادمی ہے تیری بات کوئی نہیں سنے گا تو دوبارہ جا اور انہیں کہے کہ جواب لکھ کر دے۔وہ بیچارہ سیدھا سادہ ادمی تھا مولوی احمد رضا خان صاحب کے پاس دوبارہ گیا۔اور کہا اپ مجھے اس مسئلے کا جواب لکھ کر دیں۔مولوی صاحب غصے ہو گئے اور اس کو بھگا دیا۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور ان کو مبالغہ امیزی اور خلاف واقعہ بات کہنے کی بالکل عادت نہیں تھی وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تقریبا اٹھ مہینے مولوی احمد رضا کے مدرسے میں رہا ہوں وہاں ایک دن بھی میرا دل نہیں لگا میرے دل نہ لگنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ علمائے دیوبند کے خلاف زبان درازی کرتے تھے نیز ان میں حب جاہ کی بیماری بہت زیادہ تھی۔

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دیوبند کی مخالفت سے منع کیا تھا

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اس وقت کی جو مشہور گدیاں تھیں مثلاً گولڑہ شریف سیال شریف علی پور والی ان کا علماء دیوبند کے بارے میں کیسا رویہ تھا؟حضرت نے فرمایا ان حضرات نے تو احمد رضا بریلوی کو منہ بھی نہیں لگایا اور نہ ہی اپنی کتابوں میں کہی ذکر کیا۔جیسا کہ ان کو جانتے ہی نہ ہوں اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بہت ہی معتدل اور علمائے دیوبند کی قدر دان تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ بھی تھے پیر مہر علی شاہ صاحب کے زمانے میں خانقاہ میں مفتی کے عہدے پر مولانا غلام رسول گوٹھوی تھے۔انہوں نے اکابر علماء دیوبند کی شان میں بڑے بلند کلمات ارشاد فرمائے ہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس دور کا مجدد فرمایا ہے ان کی وفات کے بعد بابو جی بھی معتدل تھے ان کے زمانے میں میں ایک دفعہ گولڑہ شریف حاضر ہوا تھا میں ان کی مجلس میں عام ادمی کی طرح بیٹھا ہوا تھا وہ مجھے نہیں جانتے تھے کہ لاہور سے بریلوی علماء کا ایک وفد جس میں ان کے مفتی نعیمی صاحب بھی تھے ایا اس وقت بریلوی حضرات کی طرف سے علمائے دیوبند کے خلاف کافی پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا یہ وفد علمائے دیوبند کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کے لیے خانقاہ گولڑہ سے تائید لینے ایا تھا۔بابو جی نے ان کی تائید کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے علمائۓ دیوبند کی مخالفت سے منع کیا تھا بالاخر وہ وفد ناکام لوٹا۔

ضیاء الدین سیالوی صاحب کا بہترین تبصرہ

فرمایا سیال شریف میں پیر قمر الدین سیالوی صاحب کے والد ضیاء الدین سیالوی صاحب دیوبند تشریف لے گئے اور اس وقت کے 200 روپے جو اج کل کے تقریبا دو لاکھ کے برابر ہوں گے مدرسہ میں بطور چندہ کے دیے اور کہا کہ میں نے حقیقی حنفیت یہی دیکھی۔

پیر جماعت علی شاہ کی اولاد کی تعلیم علمائے دیوبند کے پاس

فرمایا کہ علی پور خانقاہ کے پیر جماعت علی شاہ صاحب نے تو اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لیے علمائے دیوبند کے پاس بھیجا ان کے لڑکے مولوی محمد حسین صاحب مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور جامعہ امینیہ کے فاضل تھے۔ اور سیرت امیر ملت میں یہ واقعہ ان کی عاجزی کے تحت درج کیا ہے کہ جب وہ مدرسہ امینیہ سے فارغ ہوئے تو اس سال دستار بندی کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا گیا تھا مولوی محمد حسین صاحب دستار بندی کروانے والے طلباء کی قطار میں سب سے اخر میں تھے جب ان کی باری ائی تو اس وقت اتفاقا پگڑیاں ختم ہو گئی تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی اتار کر مولوی محمد حسین صاحب کے سر پر باندھی اور سیرت امیر ملت میں لکھا ہے کہ وہ پگڑی اب تک حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔

دورہ تو دیوبند میں کرنا ہے

حضرت نے فرمایا میرے ماموں مولانا سعید محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے ابتدائی کتابیں علیپور میں پڑھی تھیں جب دور حدیث کرنے کا وقت ایا تو میرے نانا نے میرے ماموں سے پوچھا کہ دورہ کہا کرنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر بتاؤں گا میرے ماموں نے اپنے استاد مولوی محمد حسین صاحب جو پیر جماعت علی شاہ کے لڑکے تھے سے دورہ حدیث کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے میرے ماموں سے فرمایا کہ دورہ تو دیوبند میں کرنا ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے بارے میں سوچو بھی نہیں۔

میں قربان ہوں دیوبندی مناظر کی شائستگی پر

راقم نے عرض کیا حضرت مولوی حشمت علی صاحب کو مظہر اعلی حضرت کیوں کہتے تھے؟ حضرت نے فرمایا اس لیے کہ وہ تکفیر کرنے میں اعلی حضرت کے بعینہ نقش قدم پر چلے۔ حضرت نے فرمایا مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ کا مولوی حشمت علی سے علم غیب کے مسئلہ پر سلانوالی میں ایک مناظرہ بھی ہوا تھا جو تقریبا پانچ چھ دن

جاری رہا اس مناظرے میں بڑے بڑے لوگوں نے شرکت کی سیال شریف والے بھی اس مناظرے میں موجود تھے بریلویوں کی طرف سے ثالث مولوی کرم الدین صاحب جو قاضی مظہر حسین صاحب کے والد ہیں تھے۔ جو اس وقت بریلوی ذہن رکھتے تھے اور دیوبندیوں کی طرف سے ثالث مولانا حسین علی رحمہ اللہ واں بچھراں والے تھے دعوی یہ تھا کہ علم غیب کلی ہے مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے اس میں پینترہ اس انداز سے رکھا کہ مولوی احمد رضا کی ایسی عبارتیں پیش کیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جزی ہے مولوی حشمت علی بہت گھبرایا اور گالی گلوچ بھی دی مناظرہ ختم ہوا تو بریلویوں کے ثالث مولوی کرم الدین صاحب نے گھر اکر کہا کہ مناظرے ہوتے ائے ہیں اور مسائل میں اختلاف بھی رہا ہے لیکن میں قربان ہوں دیوبندی مناظر کی شائستگی پر۔ انہوں نے ادھر ادھر کی کوئی بات نہیں کی۔ چنانچہ اگلے سال مولوی کرم الدین صاحب نے اپنے بیٹے قاضی مظہر حسین صاحب کو دیوبند تعلیم کے لیے بھیجا قاری صاحب نے دیوبند میں تعلیم حاصل کی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے اور بعد میں ان کی طرف سے مجاز بھی ہوئے۔ قاضی صاحب نے واپس اکر دیوبند کے حالات سے اپنے والد صاحب کو اگاہ کیا تو وہ بے حد متاثر ہوئے اور خط کے ذریعے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 90 سال تھی۔

بریلویت کے فتوے مسلم لیگ اور اقبال پر

حضرت نے فرمایا اس بات کا میں خود راوی ہوں کہ ایک دفعہ مجھے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تقسیم ملک سے پہلے پنجاب میں بریلویت نہیں تھی تقسیم کے بعد پھیلی۔ حضرت نے فرمایا بریلویت نظر و نیاز دینے کا نام نہیں ہے بلکہ بریلویت نام ہے علماء حق کی تکفیر کا۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے اس وقت احمد رضا صاحب نے جہاد کے خلاف فتوی دیا تھا حضرت نے فرمایا جی ہاں ان کا جہاد تو دیگوں کہ خلاف ہوتا ہے۔ پھر فرمایا انگریزوں کے خلاف جو جماعت یا تحریک اٹھی انہوں نے ان پر کفر کا فتوی لگایا چنانچہ لیگ اور کانگرس دونوں پر کفر کے فتوے لگائے لیگ کو مرتدوں کی جماعت قرار دیا اور اقبال مرحوم کے بارے میں کہا کہ اس کی زبان پر ابلیس بولتا ہے۔ لاہور کے ایک مولوی دیدار علی صاحب جو ابو البرکات صاحب کے والد تھے انہوں نے اقبال پر کفر کا فتوی لگایا اور اس بات کی وضاحت ذکر اقبال نامی کتاب میں موجود ہے حضرت نے فرمایا جب علماء نے پاکستان کی مخالفت کی تو انہوں نے پروپیگنڈا کر کے اپنے لگائے ہوئے فتوے کو علماء کے سر تھوپ کر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ننگے پاؤں علمائے دیوبند کا استقبال کیا

حضرت نے فرمایا اقبال علماء دیوبند کا بڑا قدر دان تھا چنانچہ شر انوالہ میں ایک جلسہ ہوا تھا اس میں مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے شرکت کی تھی اقبال نے اپنی خصوصی خادم علی بخش اور عبد اللہ چغتائی کے ہاتھ ان حضرات کے نام خط بھیجا جس میں ایک وقت کے کھانے کی دعوت دی گئی تھی حضرت نے قبول کر لی جب علماء سوار ہو کر اقبال کی کوٹی پر جو گھڑی شاہو میں واقع ہے پہنچے تو اقبال نے ننگے پاؤں باہر نکل کر علماء کا استقبال کیا اور جب کھانے کے لیے بیٹے تو باقی علماء کے ہاتھ تو علی بخش نے دھلائے لیکن علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ خود اقبال نے دھلائے۔

(مجالس نفیس ص168 تا ص175)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

تقریظ غیر مقلدین کی گستاخیاں

محققِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد نعمان دام ظلہ (کراچی)

[بندہ کی ایک کتاب ''مقدس ہستیوں کی شان میں غیر مقلدین کی گستاخیاں'' ہے، جو عن قریب منظر عام پہ آئے گی، ان شاء اللہ۔ اس کتاب پہ علماء کرام کی چند تقاریظ ہیں، اُن میں سے ایک تقریظ کو قارئینِ مجلہ راہِ ہدایت کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کیا جا رہا ہے، والحمد للہ۔

(رب نواز)]

غیر مقلدیت پر لکھنے والے جن علماء کرام کی تحریریں میں پڑھا کرتا ہوں، اُن میں سے ایک نمایاں مصنف مفتی رب نواز حفظہ اللہ واکرمہ ہیں۔ وہ غیر مقلدین کی کتب کا بہت وسیع مطالعہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی دو کتابیں ''غیر مقلدین کا علمائے دیوبند میں خراجِ تحسین'' ......اور......''غیر مقلدین کا امام ابو حنیفہؒ کو خراجِ تحسین'' پوری کی پوری غیر مقلدین کے حوالہ جات پر مشتمل ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ایک عرصے سے اُن کے زیر ادارت نکلنے والے مجلہ ''الفتحیہ احمد پور شرقیہ'' میں قسط وار شائع ہو رہی ہیں، والحمد للہ۔

چوں کہ کتبِ غیر مقلدیت و جرائد پر مفتی صاحب کی گہری نظر ہے، اس لئے ان کی تحریروں میں اپنے مدعا کو ثابت کرنے اور مخالف کے دعویٰ کو توڑنے پر کثرت سے خود انہی کے حوالے منقول ہوتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق غیر مقلدین کی کتب کا سب سے زیادہ مطالعہ مفتی صاحب کا ہے۔ اور اس بات سے تو شاید ہی کوئی اختلاف کرے گا کہ جس قدر کثرت سے غیر مقلدین کے حوالہ جات اپنی تائید اور مخالف کی تردید میں مفتی صاحب کی کتب میں ہیں، اتنے کسی اور مصنف کی کتاب میں نہیں ہوتے۔ ثبوت کے لئے مفتی صاحب کی کتابیں: ''فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع (جلد اول)'' ......اور......''زبیر علی زئی کا تعاقب'' دیکھ سکتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''غیر مقلدین کی گستاخیاں'' بھی اس کا اک منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں غیر مقلدین کی کتب سے قریباً چھ سو حوالے منقول ہیں۔ ہر مصنف کا اپنا طرز ہوتا ہے، بعضے حضرات مخالف کی گستاخانہ چند سطری عبارت نقل کر کے اس پر اپنا تبصرہ ایک دو صفحے میں کر دیتے ہیں یوں سو صفحات کی کتاب میں مخالف کی عبارتیں

چند صفحات پر مشتمل ہوتی ہیں، باقی صفحات میں مصنف کا تبصرہ ہوتا ہے۔ مگر مفتی صاحب کی یہ کتاب الگ نوعیت کی ہے کہ اس کے قریباً چار سو صفحات صفحات ہیں، ان کا اپنا تبصرہ شاید بیس صفحات سے بھی کم ہو گا، ہاں عنوانات انہوں نے ضرور قائم کئے۔ مصنف کی محنت دیکھ کر بے ساختہ زبان سے ماشاء اللہ، ماشاء اللہ جاری ہو جاتا ہے۔

کتاب میں اکیس مرکزی عنوانات ہیں جن میں سے ہر عنوان پڑھنے کے لائق ہے، سب پر تبصرہ کروں تو بات لمبی ہو جائے گی، چند عنوانات کو قارئین کے سامنے لاتا ہوں۔

کتاب میں اللہ تعالیٰ کے متعلق غیر مقلدین کے حوالے منقول ہیں کہ اُن کا عقیدہ توحید صحیح نہیں۔ اور یہ کہ اُن میں شرک پایا جاتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ اس عنوان کے سارے حوالے غیر مقلدین کے اعتراف سے نقل کئے، یعنی خود انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ غیر مقلدین کا عقیدہ توحید درست نہیں، اور یہ کہ ان کے متعدد مصنفین شرک میں مبتلا بھی ہیں۔ یہ حوالہ جات اس کتاب کا خاصہ ہیں، مجھے یہ حوالے کسی اور مصنف کی کتاب میں نہیں ملے۔

کتاب میں ایک عنوان کے تحت غیر مقلدین کی کتابوں سے بہت سی ایسی عبارات منقول ہیں جن میں خود انہوں نے اپنے مصنفین کی بابت اعتراف کیا کہ فلاں فلاں غیر مقلد مصنف نے صحابہ کرام کی گستاخیاں کیں۔ ایک مصنف دعوی کرے کہ فلاں کی یہ عبارت گستاخانہ ہے، ہو سکتا ہے کہ مخالف اسے گستاخی نہ سمجھے۔ مگر جب وہ خود اقرار کرے کہ واقعتاً ہمارے فلاں فلاں مصنف نے گستاخی کی ہے، تو اس گستاخی پر خود ان کی طرف سے بھی مہر تصدیق ہو گئی۔ غیر مقلدین کے اعتراف والی گستاخیوں کا اس کتاب میں ہونا بھی اس کا خاصہ ہے۔

غیر مقلدین نے صحابہ کرام کی جو گستاخیاں کیں، اُن میں سے پندرہ بیس گستاخیاں بعض رسالوں میں منقول ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں، مگر اس کتاب میں صحابہ کرام کی کم و بیش ڈھائی سو گستاخیاں نقل کی گئیں۔ اتنی کثرت سے غیر مقلدین کی گستاخیوں کا منقول ہونا بھی اس کتاب کی انفرادیت کی دلیل ہے۔

غیر مقلدین نے محدثین کرام کی جو گستاخیاں کیں، اُن میں سے بعض: ایک درجن سے بھی کم کو بعض مصنفین نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں ایسی قریباً چالیس گستاخیاں منقول ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی گستاخیوں کی نشاندہی کسی اور کتاب میں نہیں، یہ بھی اسی کتاب کا خاصہ ہے۔ کم فرُصت لوگ کتاب کی فہرست دیکھ کر بھی مصنف کی محنت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

کتاب کا مقدمہ بھی منفرد ہے جس میں غیر مقلدین کی بابت خود ان کا اعتراف منقول ہے کہ ان کے کئی مصنفین نے مقدس ہستیوں کی گستاخیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

پوری کتاب اس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہ بہت زیادہ عنوانات کے تحت سینکڑوں حوالہ جات سے لبریز ہے۔اور جامعیت کا یہ عالَم ہے کہ مقدس ہستیوں کی گستاخی کے ساتھ ساتھ ایسے حوالے بھی نقل کر دیئے، جن میں غیر مقلدین اپنے اکابر کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

بعضے غیر مقلدین اپنے منہ میاں مٹھو بن کر کہا کرتے ہیں کہ اہلِ حدیث گستاخ نہیں۔مفتی صاحب کی اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد اُمید ہے کہ وہ ایسا دعوی نہیں کریں گے ، بلکہ ممکن ہے کہ اپنے سابق دعوی پر شرمندہ بھی ہوں۔

جس طرح مفتی صاحب کی دیگر کتب:زبیر علی زئی کا تعاقب......اور......فضائل اعمال عادلانہ دفاع وغیرہ کا جواب اَب تک غیر مقلدین سے نہیں بن پایا، قوی اُمید ہے کہ اُن سے زیر تبصرہ کتاب کا جواب بھی نہیں بن پائے گا،ان شاء اللہ۔

مصنف کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ پہلے غیر مقلدین کی گستاخیوں کو نقل کیا، پھر گستاخ کا حکم بھی انہی کی کتب سے نقل کیا۔ جس میں مخالف کو تاثر دیا کہ آپ لوگ گستاخ ہو، اور آپ پر اپنی تحریروں کی روشنی میں فلاں فلاں فتوی لگتا ہے۔

مقدمہ میں مصنف نے اچھا مشورہ پیش کیا ہے کہ اس کتاب میں منقول غیر مقلدین کی گستاخیوں کا جواب بھی لکھا جانا چاہیے۔اہلِ فن سے اس کا جواب لکھنے کی درخواست کی جاتی ہے۔اور اگر یہ جواب خود مفتی صاحب ہی لکھ دیں تو بہت اچھا ہو گا،ان شاء اللہ۔

کوئی صاحب اس کتاب کا اشاریہ ترتیب دے چھوڑے، تو اس کی افادیت بڑھ جائے اور اس سے استفادہ بھی آسان ہو۔مصنف اپنے کسی شاگرد سے اشاریہ بنوالیں،تو بہتر ہو گا۔

یہاں تک تو بحث مصنف اور اُن کی کتاب کے متعلق تھی۔اَب میں عوام کی خدمت میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱)......مصنف نے بہت زیادہ محنت کر کے یہ کتاب تیار کر دی ہے، آپ اسے مکمل پڑھیں۔مجھے علم ہے کہ جب آپ کتاب میں منقول غیر مقلدین کی گستاخیوں کو پڑھیں گے ، تو یقینا طبیعت پر بوجھ محسوس ہو گا، شائد غصہ بھی آئے، لیکن یہ بھی تو سوچیں کہ انہیں پڑھے بغیر غیر مقلدین کے گستاخ ہونے کا پتہ کیسے چلے !؟

(۲)......مصنف کی شائع شدہ دوسری کتب بھی پڑھیں۔جن میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

۱۔ احادیث بخاری اور غیر مقلدین ...... ۲۔ غیر مقلدین کا امام بخاری سے اختلاف ...... ۳۔ غیر مقلد ہو کر تقلید کیوں؟...... ۴۔ فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع...... ۵۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمہ اللہ۔

ان میں سے پہلی تین کتابیں فراغت کے بعد تدریس کے ابتدائی دو تین سالوں میں لکھیں۔ اور ''عادلانہ دفاع'' بعد میں غالباً ۲۰۱۷ء میں تحریر فرمائی۔ واٹس ایپ کے ''کتب عقائد علمائے دیوبند'' گروپ میں کسی نے مطالبہ کیا کہ فضائل اعمال کے دفاع میں لکھی گئی کتاب بھیج دیں۔ ایڈمن صاحب یا کسی ممبر نے ''فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع'' کتاب بھیج دی۔ مطالبہ کرنے والے نے کہا یہ تو لمبی کتاب ہے، مجھے کوئی مختصر کتاب چاہیے۔ تب گروپ کے ممبران میں سے حضرت مولانا جمیل الرحمن عباسی دام ظلہ (بہاول پور) نے کہا:

''یہ کتاب بہتر بلکہ بہترین ہے۔''

حضرت مولانا دانیال صاحب نے کہا:

''اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں، اُن میں سے سب سے پختہ دلائل اور مضبوط گرفت والی یہی کتاب ہے۔''

واٹس ایپ کی یہ گفتگو ۵/ستمبر ۲۰۲۰ء کی ہے۔

مصنف کی کچھ ''کتابیں'' رسائل و جرائد میں قسط وار شائع ہو چکی ہیں، اُن میں سے ایک ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' بھی ہے۔ یہ مجلہ صفدر لاہور میں قسط وار شائع ہوئی۔ ایک اندازے کے مطابق ہزار صفحات ہوں گے۔ اگر اسے کتابی شکل میں ڈھالا جائے تو دو جلدیں تیار ہوں گی۔

زبیر علی زئی کا تعاقب ''کتاب میں مسئلہ وحدۃ الوجود پر بھی تفصیلی بحث ہے، اس بحث کو الگ سے بھی ''مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت'' کے نام سے پی ڈی ایف میں تیار کیا گیا ہے۔ واٹس ایپ کے ''اصلی محمدی گروپ'' میں شیخ ابو محمد آصف بن یوسف صاحب حفظہ اللہ نے اس پر یوں تبصرہ رقم کیا:

> ''ساتھی اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں، یہ مولانا رب نواز حنفی کی لکھی ہوئی ہے، اور غیر مقلدیت پر حضرت بہت زبردست جواب دیتے ہیں۔ اور حضرت کا ماشاء اللہ بہت وسیع مطالعہ ہے۔ مولانا سرفراز صفدر اور مولانا امین صفدر اوکاڑوی کے بعد مولانا رب نواز حنفی کا قلم بہت زیادہ تحقیقی ہے، میں نے تو یہی محسوس کیا ہے۔''

اسی طرح مصنف کے زیر ادارت نکلنے والے مجلہ ''**الفتحیہ**'' کو مطالعہ میں رکھیں، خود اس کا مطالعہ کریں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔ یہ مجلہ بہت ہی اچھا اور معیاری ہے۔ طلبہ وفضلاء کے ساتھ ساتھ عوامی ذوق کے مطابق عام فہم ہے۔

درجن بھر کتابیں ایسی ہیں جن پر تقریظ اور مقدمہ مفتی صاحب کا ہے۔ ماشاء اللہ یہ تحریریں بھی قابلِ مطالعہ ہیں۔

کچھ ماہ پہلے انڈیا کے فاضل نوجوان مولانا شہزاد علی الامینی حفظہ اللہ (راجستھان، ہند) کی کتاب ''نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں'' شائع ہوئی، اس کے شروع میں تین سو صفحات پر مشتمل مفتی صاحب کا مقدمہ شامل ہے۔ اس کے مندرجات بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسے بھی اپنے مطالعہ میں لائیں، پڑھ کر بہت محظوظ ہوں گے، ان شاء اللہ۔

مولانا شہزاد علی الامینی حفظہ اللہ نے مفتی صاحب کے اس مقدمہ کی بابت کلماتِ تشکر کے تحت لکھا:

> ''میں اپنے محسن و مربی حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب دامت برکاتہم کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا مقدمہ نہایت محققانہ اور جامع انداز تحریر فرمایا۔ یہ مقدمہ دَراَصل کفایت اللہ سنابلی کی کتاب ''انوار البدر'' کا مقدمہ، عرض ناشر، عرض مؤلف اور تقریظات کا ایسا علمی و تحقیقی محاکمہ ہے جو غیر مقلدین کے باطل نظریات کا بھرپور اور مدلل رَد پیش کرتا ہے۔ حضرت کا یہ تحریری شاہکار نہ صرف تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہے، بلکہ مخالفین کے لئے ایک فیصلہ کن جواب بھی ہے، جو اِن شاء اللہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔''
>
> (پیشِ لفظ انوار الغرۃ فی اثبات وضع الیدین تحت السرۃ صفحہ ۱۷)

انوار الغرۃ کا اردو نام ''نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں'' ہے۔

(۳) ......جو اَحباب مناظرہ کورس کرایا کرتے ہیں، اُن کی خدمت میں التماس ہے کہ اسباق پڑھانے کے لئے مفتی صاحب کی بھی خدمات حاصل کیا کریں۔ جس طرح وہ ماشاء اللہ تحریر میں عمدہ ہیں، اسی طرح اسباق پڑھانے میں بھی اپنا اک خاص طرز و انداز رکھتے ہیں۔

(۴) ......مفتی صاحب مدرسہ کے مدرس ہیں، سب جانتے ہیں کہ مدرس کا وظیفہ انتہائی معمولی ہوتا ہے، مفتی صاحب کی طرح تصنیفی کام کرنے والوں کو کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے، جب کہ وہ اَز خود اتنی کتابیں خریدنے کی

استطاعت نہیں رکھتے۔ اس لئے صاحبِ ثروت لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ انہیں اُن کی مطلوبہ کتب مہیا کریں۔ آپ اس کتاب کو پڑھ کر اندازہ لگائیں کہ مفتی صاحب نے کس قدر کثرت سے کتب کے حوالہ دیئے!؟، یہ سب کتابیں انہوں نے خریدیں، تبھی تو وہ اتنی جامع اور کثیر حوالہ جات پر مشتمل کتاب ''غیر مقلدین کی گستاخیاں'' لکھ پائے۔

(۵)...... مفتی صاحب کی قریبا تیس کتب ہیں، جن میں سے پانچ چھ ہی اَب تک شائع ہو سکیں۔ کتابیں شائع کرنے والے / اہلِ مکتبہ سے گزارش ہے کہ وہ مفتی صاحب کی کتب شائع کرکے دور دراز تک پہنچانے کی سبیل پیدا کریں۔ مجھے علم ہے کہ مکتبہ والے ایسی کتاب شائع کرنا پسند کرتے ہیں جس کا ایڈیشن ایک دو ماہ میں بک جائے۔ لیکن جناب! مسلک کی تائید میں لکھی جانے والی کتابیں بھی تو عوام کی ضرورت ہیں۔ اگر انہیں شائع نہ کیا جائے تو مسلکی خدمت کیسے سرانجام پائے گی!؟

آخر میں دعا ہے کہ اللہ اس کتاب کو نافع بنائے اور مصنف کو زیارتِ حرمین اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔ اللہ ہمیں مفتی صاحب جیسے مصنفین کی قدردانی کی بھی توفیق دے آمین۔

بندہ عاجز محمد نعمان عفا اللہ عنہ الرحمن (نعمان بن ثابت اکیڈمی کراچی)

۲۷ نومبر ۲۰۲۵ء

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور